Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 04, Issue 01, January - June 2024, PP: 21-42
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

قواعد فقہیہ کا تعارف وعصری افادیت: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

The Introduction of Islamic legal Maxims and its utility in the modern times: A research and analytical study

Muhammad Ismail
Ph.D Scholar, Department Of Shariah, AIOU; Visiting Lecturer,GCUF
muhammadismail6606@gmail.com

Dr. Hafiz Muhammad Asghar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GC University Faisalabad.
hafizmuhammadasghar@gcuf.edu.pk

Hafiza Fozia Kausar
M. Phil Scholar, Visiting Lecturer,GCU Faisalabad.
fiazfozia26@gmail.com

Abstract

The science of Qawāʿid Fiqhiyyah (Islamic legal maxims) is a foundational pillar in the legal structure of Islamic jurisprudence. The deeper one's mastery of this discipline, the more profound and structured their understanding of Islamic law becomes. Recognized not only as a core component of Shariah, but also as a highly engaging and practical field, Qawāʿid Fiqhiyyah has consistently drawn the attention of classical and contemporary jurists alike. In modern times, it has regained its central importance, serving as an efficient tool in addressing newly emerging legal challenges. While its early development was intertwined with the broader evolution of Fiqh, it was later systematically compiled and independently taught. Today, it stands as a revitalized and essential area within contemporary Islamic legal thought. Numerous dedicated works and encyclopedias have been authored in the field, and it has been integrated into the curricula of many Islamic universities, with particular emphasis placed on general maxims and selected specialized rules.This study emphasizes the urgent need to systematically collect, authenticate, and organize the most significant legal maxims across various branches of

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Islamic jurisprudence. Such thematic classification will enable students to develop a solid foundational understanding of each domain of Fiqh through comprehensive legal principles, allowing them to advance their scholarly development within any specialized field.

The paper explores the concept and contemporary relevance of Qawāʿid Fiqhiyyah, highlighting their crucial role in organizing legal rulings within a coherent and principled framework. These maxims equip jurists with a powerful methodology for deriving rulings in a structured, efficient, and consistent manner, thereby enhancing the relevance and applicability of Islamic law in the modern era.

Key words: *Islamic Legal Maxims, Contemporary Fiqh, Juristic Maxims, Legal Framework in Shariah.*

1 موضوع کا تعارف

قواعدِ فقہیہ یعنی اسلامی فقہی ضوابط کا علم فقہ اسلامی کے قانونی ڈھانچے میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس علم پر جتنی دسترس مضبوط ہو گی اتنا ہی فہم فقہ میں پختگی آئے گی۔ قواعد وضوابط فقہیہ کا علم اسلامی قانون میں بنیادی مقام رکھنے کے ساتھ مفید علم ہے۔ جو متقدمین و متاخرین ہر زمانہ میں فقہاء کی توجہ کا خاص مرکز رہا ہے اور عصر حاضر میں بھی نئے پیش آنے والے مسائل کے حل میں ایک تیز ترین ذریعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا ابتدائی ارتقاء فقہ کے مجموعی ارتقائی عمل کے ساتھ ہوا، لیکن اس کی باقاعدہ تدوین اور علیحدہ طور پر تدریس بعد کے ادوار میں نمایاں ہوئی، اور اب یہ جدید اسلامی قانونی فکر میں ایک نہایت اہم اور فعال شعبے کے طور پر دوبارہ ابھرا ہے۔ اور اس علم پر مستقل کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا لکھے گئے ہیں۔ اور بہت سی جامعات میں باقاعدہ داخل نصاب بھی ہے۔ جس میں زیادہ تر قواعد کلیہ اور اس کے بعد متفرق قواعد وضوابط پر توجہ دی جاتی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف میادین فقہ کے اہم ترین قواعد کا استقراء، تاصیل وترتیب دی جائے جس سے علم فقہ کے تمام میادین کا ٹھوس بنیادوں پر تعارف ایک طالب علم کے سامنے احکامات کی شکل میں آجائے اور اس کے بعد وہ ان میادین فقہ میں سے جس میں چاہے اپنی علمی پختگی حاصل کرتا جائے۔ اس مقالہ میں قواعد فقہیہ کا تعارف اور عصر حاضر میں ان کی افادیت کا تحقیقی انداز میں جائزہ لینے کے ساتھ ان قواعد کے اس اہم کردار کو اجاگر کیا گیا ہے جو فقہی احکام کو جامع اور مربوط اصولی فریم ورک کے تحت منظم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

2 قواعد فقہ کا ارتقائی پس منظر

قواعد فقہیہ اسلامی فقہ کا وہ علمی سرمایہ ہیں جو کسی ایک دور، فرد یا ادارے کی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں، بلکہ صدیوں پر محیط فقہی استنباط،

تدبر، اور اجتہاد کا نچوڑ ہیں۔ فقہاء کرام نے نہ صرف ان قواعد کی تدوین، ترتیب و تشریح وغیرہ امور سرانجام دیے۔ بلکہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اقوال آئمہ سے ان قواعد کا استخراج واستنباط کیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ قواعد اپنے ارتقائی مراحل طے کرتے رہے۔ ابتدائی دور میں چونکہ قرآن وحدیث سے بلاواسطہ استنباط ہوتا رہا بعد ازاں حالات و زمانہ تبدیل ہوئے، نئے عوامل سامنے آئے، اجماع وقیاس کی ضرورت زیادہ محسوس ہوئی، کسی بھی مسئلہ سے متعلق فقہی نتیجہ تحریر کی صورت میں سامنے آیا توفقہاء کو اندازہ ہوا کہ کئی فقہی نتائج ایسے ہیں جن سے بہت سارے مسئلے حل ہوتے ہیں چنانچہ آہستہ آہستہ انہیں فقہی قواعد کی صورت میں جمع کرلیا گیا۔ اس طرح مختلف علمی شہ پارے معرض وجود میں آنے شروع ہوئے۔ قواعد فقہیہ کے ارتقائی مراحل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ نے قواعد کو بنیاد فراہم کی۔ البتہ اس ضمن میں فقہ حنفی کو امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس کے اولین فقہاء نے ان قواعد کی بنیاد ڈالی، جنہیں بعد میں دیگر مذاہب کے فقہاء نے اختیار کیا۔ شروع میں یہ اصول کہلاتے تھے، جیسا کہ امام کرخیؒ کی "قواعد الإمام الكرخي"، امام دبوسیؒ کی "تاسیس النظر"، اور علامہ قرافیؒ کی "الفروق" سے معلوم ہوتا ہے۔ یوں یہ علم ایک فطری اور تدریجی فقہی ضرورت کے تحت نشوونما پاتا ہوا ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر گیا۔1

2.1 قواعد فقہیہ کا تعارف

قواعد فقہ دو الفاظ سے مرکب ہے (ا) قواعد (۲) فقہ، ذیل میں ہم پہلے مفرد الفاظ کی تعریف کریں گے، اور پھر حد لقبی یعنی مرکب الفاظ کی تعریف ذکر کی جائے گی۔ قواعد جمع ہے قاعدہ کی، قاعدہ کی لغوی واصطلاحی تعریف درج ذیل ہے:

قاعدہ کی لغوی تعریف

لفظ قاعدہ بروزن فاعلہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، اور لفظ "قاعدہ" کا مادہ (ق۔ع۔د) ہے، جس کے اصل معنی ثبات واستقرار کے ہیں۔ اس کی جمع "قواعد" آتی ہے۔ عربی لغت میں "قاعدہ" کے معنی الاساس یعنی بنیاد کے ہیں۔ کتاب الٰہی میں بھی مختلف مقامات پر لفظ "قاعدہ" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔2 فرمان باری تعالی ہے:"اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ"3 ترجمہ:"یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے"۔ دوسری جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:"قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهم مِّنَ الْقَوَاعِدِ"4 ترجمہ:"بہت سے لوگ مکاریاں کر چکے ہیں ان سے پہلے، اللہ نے جڑ سے اکھاڑ پھینکی ان کے مکر کی عمارت"۔ اور اسی طرح امرؤالقیس کے اس قول میں بھی ق"اعدہ" کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے:

"قعدت له وصحبتي بين ضارج   و بين العذيب بعد ما متأمل"5

لفظ "قاعدہ" عربی زبان میں مختلف اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ "القاعدہ" کی جمع کثرت بھی ہے اور اس کا مصدر " قعد

يقعد قعوداً" ہے، جس کا معنی الجلوس یعنی بیٹھنا ہے، 6 جو قیام کی ضد ہے۔ قعود میں ٹھہراؤ، سکون اور ثبات کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اسی مادہ سے قرآن مجید کی ترکیب "مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ" اخذ کی گئی ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں لکھا ہے: 7 "کہ جو شخص کسی کام میں سستی یا پیچھے رہنے کا مظاہرہ کرے اس کو القاعد کہا جاتا ہے" اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔:﴿"لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ"﴾8۔

القواعد: قاعد کی جمع ہے بغیر (ہ) کے، گھر بیٹھی ہوئی عمر رسیدہ عورت۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾9۔ جہاں تک قاعدہ بروزن فاعلۃ کا تعلق ہے تو وہ "قعدت قعودا" سے مشتق ہے، جو خاتون گھر میں بیٹھی ہوئی ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے "قاعدة في بيتها" 10 اس کی جمع بھی قواعد آتی ہے۔ صرفی لحاظ سے قواعد فواعل کے وزن پر ہے اور اس وزن پر سات نوع کی جمعیں آتی ہیں۔ ابن مالک نے الفیہ میں لکھا ہے:

"فواعل لفوعل وفاعل وفاعلاء مع نحو كاهل"

"و حائض و صاهل و فاعله و شذ في الفارس مع ما ماثله"[11]

لفظ "المُقعد" ایسے مریض کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کھڑے ہونے کی طاقت سے محروم ہو، اور اس نام کے رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین پر ہی ساکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ "القُعَاد" یہ ایک بیماری کا نام ہے، جو اونٹ کے کولہوں کو متاثر کرتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہتا اور زمین پر بیٹھا رہتا ہے۔ "قعيدة الرجل" کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے، کیونکہ بیوی اکثر اوقات گھر میں قیام پذیر رہتی ہے۔ "القُعْدُد" کمینہ آدمی جو مکارم اخلاق کے بجالانے سے گریز کرے۔ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ "ذوالقعدة" اسی نسبت سے مشہور ہے کہ عرب اس مہینے میں سفر اور جنگی سرگرمیوں سے گریز کرتے اور گھروں میں قیام پذیر رہتے تھے۔12

مندرجہ بالا مختلف معانی پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ تقریباً ہر معنی میں بنیاد کا معنی پایا جارہا ہے۔ چنانچہ ہم کہ سکتے ہیں کہ قاعدہ کسی بھی چیز کی وہ بنیاد اور اساس ہے جس پر وہ چیز قائم ہوتی ہے۔ وہ چیز حسی بھی ہو سکتی ہے جیسے کوئی عمارت وغیرہ اور وہ چیز معنوی بھی ہو سکتی ہے جیسے نحو کے قواعد، صرف کے قواعد وغیرہ۔

قاعدہ کی اصطلاحی تعریف

"قاعدہ" کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں کافی زیادہ اقوال ہیں، اور ان اقوال کے درمیان ایک بنیادی اختلاف بھی موجود ہے۔ یہ اختلاف دراصل قاعدہ کے مفہوم کے تعین سے جڑا ہوا ہے، کہ آیا قاعدہ کو ایک قضیہ کلیہ تصور کیا جائے یا اسے قضیہ اکثریہ واغلبیہ

مانا جائے۔ جو اہل علم قاعدہ کو قضیہ کلیہ سمجھتے ہیں، انہوں نے اسی تصور کے مطابق اس کی تعریف کی ہے، جبکہ جن علما کے نزدیک قاعدہ ایک قضیہ اغلبیہ واکثریہ ہے، ان کی تعریفات اسی تصور پر مبنی ہیں۔ ذیل میں چند معروف تعریفات پیش کی جارہی ہیں، جنہیں مختلف اہل علم نے اپنے علمی وفنی زاویہ نظر سے ترتیب دیا ہے۔

(1)- الفیومی نے اپنی کتاب "المصباح المنیر" میں تحریر فرمایا ہے: القاعدة:"هي الأمر الكلي المنطبق على جميع جزئياته"۔13 قاعدہ ایک ایسا امر کلی ہوتا ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق آتا ہے۔

(2)-القاعدة: "هي قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها"۔14" قاعدہ وہ قضیہ کلیہ ہے جو اپنی تمام تر جزئیات پر منطبق آتا ہو"۔

(3)- جن اہلِ علم کا موقف یہ ہے کہ "قاعدہ"کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہوتا ہے، انہوں نے اس کی تعریف کچھ اس انداز میں کی ہے:"القاعدة: هي حكم أكثري لا كلي ينطبق على أكثر جزئياته لتعرف أحكامها منه"۔15" قاعدہ وہ حکم اکثری نہ کہ کلی ہے، جو اپنی اکثر جزئیات پر منطبق آتا ہو اور ان جزئیات کا حکم اس سے معلوم ہوتا ہو"۔

(4)-علامہ کفوی نے مندرجہ ذیل تعریف کی ہے:القاعدة: "هي قضية كلية من حيث اشتمالها بالقوة على أحكام جزئيات موضوعها"۔16 "وہ قضیہ کلیہ جو اپنے موضوع کے جزئیات کے حکم پر بالقوہ مشتمل ہو"۔

(5)- تاج الدین سبکی نے اپنی معروف تصنیف الأشباہ والنظائر میں قاعدہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:القاعدة: "الأمر الكلي(القضية الكلية) ينطبق عليه جزئيات كثيرة تفهم منها"۔17 " قاعدہ ایک ایسا امر کلی یا قضیہ کلیہ ہے جس پر بہت ساری وہ جزئیات منطبق آتی ہوں، جو اس سے مفہوم ہوتی ہیں"۔ تاج الدین سبکی نے اپنی معروف تصنیف الأشباہ والنظائر میں قاعدہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ: "قاعدہ"ایک ایسا کلی قضیہ ہوتا ہے جس پر متعدد جزئیات اس طرح منطبق ہوتی ہیں کہ وہ اس کلیے سے سمجھی جاسکیں۔

مندرجہ بالا تعریفات میں نمایاں فرق یہ دکھائی دیتا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک قاعدہ ایک حکم کلی ہے، جبکہ بعض اسے حکم اکثری قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت، یہ اختلاف قاعدہ کی تعریف کے سلسلے میں دو مختلف نظریات یا مسالک کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور بنیادی وجہ اختلاف یہ ہے کہ اصولیین کے نزدیک یہ حکم کلی ہے اور فقہاء کے نزدیک یہ حکم اغلبی ہے۔ اس بنیاد پر ان دونوں آراء کو ایک دوسرے کے متعارض تصور نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ہر مسلک اپنے مخصوص علمی دائرے میں درست اور قابلِ قبول ہے۔

قاعدہ کی زیادہ درست تعبیر یہی ہے کہ وہ ایک حکم کلی ہے۔ جہاں کسی جگہ اسے اکثری یا اغلبی قرار دیا گیا ہے، وہاں بھی اگر اس

قاعدے کو کلی ہی تسلیم کیا جائے اور ان مخصوص صورتوں کو جو اس کے دائرۂ اطلاق سے خارج ہیں "استثناء" کے زمرے میں رکھا جائے، تو پھر یہ کہنا درست ہو گا کہ قاعدہ اپنی اصل میں کلی ہی ہے۔ کسی قاعدے میں چند استثنائی مثالوں کا پایا جانا اس کی کلی حیثیت کو باطل نہیں کرتا، بلکہ یہ قاعدہ بدستور کلی رہتا ہے، البتہ اس میں چند مستثنیٰ صورتیں موجود ہوتی ہیں۔ اس طرح مذکورہ بالا اختلاف کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے، اور فقہ کے دائرے میں یہی تعبیر زیادہ مناسب اور قابلِ قبول معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علامہ کفوی کی پیش کردہ تعریف زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے، جس کے مطابق قاعدہ کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے: "قضية كلية يتعرف منها على أحكام جزئياتها"۔

2.2 قاعدہ کی تعریف میں مذکور لفظ "قضیہ" کی تعریف

قاعدہ کی تعریف میں شامل لفظ 'قضیہ' کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسے یوں بیان کیا ہے: "قول يصح أن يقال لقائله أنه صادق فيه أو كاذب فيه"۔18 "ایسا قول جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا قرار دینا ممکن ہو۔ الاخضری نے اپنی منظوم تصنیف میں اس مفہوم کو یوں شعری قالب میں بیان کیا ہے:

"ما احتمل الصدق لذاته جرى   عندهم قضية وخبرا"19

یعنی، قضیہ وہ قول ہے جس میں کسی چیز کی طرف ایسا حکم منسوب کیا جائے جس کی نسبت نفی یا اثبات کے ساتھ درست ہو سکتی ہو۔ منطق کے ماہرین جسے 'قضیہ' کہتے ہیں، اصولیین اسی کو 'خبر' سے تعبیر کرتے ہیں۔

2.3 کلیہ کی تعریف

کلیہ وہ قضیہ ہے جس میں تمام افراد پر حکم لگایا جائے۔ الاخضری نے منظومہ میں الکلیہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وحيثما لكل فردٍ حكماً   فإنه كلية قد علماً20

"جو حکم تمام افراد پر لاگو ہو جائے جان لو وہ کلیہ ہے"۔ علامہ کفوی نے یہ تعریف کی ہے: الكلية: "هي الحكم على كل فرد". نحو "كل بني تميم يأكلون الرغيف"۔21 "کلیہ سے مراد ایسا حکم ہے جو ہر فرد پر صادق آ سکے"، جیسے یہ مثال: "بنو تمیم کا ہر فرد رغیف کھاتا ہے"۔

2.4 "فقہ" کی لغوی و اصطلاحی تعریف

فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف درج ذیل ہے:

"فقہ" کی لغوی تعریف

لغت عرب میں لفظ "فقہ" کا معنی "الفهم"22 یعنی سمجھ بوجھ کے ہیں، تاہم اس سے مراد عام فہم کے بجائے گہرائی اور بصیرت کے ساتھ سمجھنا لیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں قومِ شعیب کے قول کا ذکر کرتے ہوئے اس مفہوم کی وضاحت یوں کی گئی ہے:﴿"يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ"﴾23"اے شعیب آپ کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں"۔ منافقین کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے:﴿"فَمَالِ هٰٓؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا"﴾24"ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب تک نہیں آتے" مندرجہ بالا دونوں آیاتِ کریمہ میں 'فقہ' کا اطلاق مطلق علم پر نہیں بلکہ دقیق فہم، لطیف ادراک اور متکلم کے مقصد و مدعا کو سمجھنے کے معنوں میں ہوا ہے۔ اسی بنا پر بعض اصولیین نے 'فقہ' کے لغوی مفہوم میں دو اضافی عناصر کا ذکر کیا ہے:

(ا)–"إدراك الأشياء الخفية وفهم الامور الدقيقة"۔25"خفی اور دقیق امور کا فہم اور ادراک ہونا"۔

(۲)-"فهم غرض المتكم من كلامه"۔26"متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا"۔

تاہم جمہور اصولیین نے فقہ کی تعریف میں ان دونوں قیود کو شامل نہیں کیا، بلکہ وہ لغوی ماہرین کی بیان کردہ تعریف ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسی بھی چیز کے بارے جاننے اور کسی بھی چیز کے علم کا نام فقہ ہے۔27

"فقہ" کی اصطلاحی تعریف

علماء کرام نے فقہ کی اصطلاحی تعریفات مختلف انداز میں بیان کی ہیں، جن میں سے چند اہم تعریفات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

(ا)- علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے 'فقہ' کی تعریف کچھ یوں بیان فرمائی ہے:"علم الحلال والحرام وعلم الشرائع والأحکام"28" حلال و حرام اور شرائع واحکام کا علم فقہ کہلاتا ہے"۔

(۲)-"العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسب من أدلتها التفصيلية" أو"هو هذه الأحكام نفسها"۔29"شریعت کے ان عملی احکام کا علم جو شریعت کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو"، یا احکامِ شریعت ہی کو فقہ کہا جاتا ہے"۔

(۳)-امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:"معرفة النفس مالها وما عليها"،30

"یعنی انسان کے لیے جو امور نفع بخش یا نقصان دہ ہوں، ان کے شرعی احکام کی معرفت حاصل کرنا فقہ کہلاتا ہے۔

اس تعریف میں معرفت کا مطلب ہے۔"إدراک الجزئیات عن دلیل" دلیل سے جزئیات کا ادراک کرنا۔

امام صاحب کی مذکورہ بالا فقہ کی تعریف اعتقادیات کے احکام (وجوب ایمان وغیرہ) وجدانیات کے احکام (اخلاق وتصوف) عبادات ومعاملات کے احکام (نماز، روزہ، خرید وفروخت، وغیرہ) سب کو شامل ہے۔ لیکن فقہ کی یہ تعریف امام اعظمؒ کے زمانے تک ہی محدود رہی، بعد ازاں جب اسلامی علوم کو منظم انداز میں مختلف شعبوں میں مدوّن کیا گیا، جیسے عقائد و نظریات کے لیے 'علم الکلام' یا 'علم التوحید'، اور قلبی وروحانی کیفیتوں کے مطالعے کے لیے 'علم الاخلاق والتصوف' کو ایک مستقل علم کی حیثیت دی گئی۔ جس میں زہد، صبر، رضا، اور نماز میں خشوع وغیرہ جیسے موضوعات شامل کیے گئے تو فقہ کی اصطلاحی تعریف کو محدود کر کے یوں بیان کیا گیا: "معرفة النفس مالها وما عليها من الاحكام العملية" اسی بنیاد پر حنفی علماء کو فقہ کی تعریف میں عملاً کی قید شامل کرنا پڑی تاکہ عقائد اور وجدانیات کو اس دائرہ کار سے خارج کیا جا سکے۔ جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فقہ ان تمام شعبوں پر مشتمل تھی، لہٰذا انہوں نے اس قید کو ضروری نہ سمجھا۔31

علمائے اصول کی جانب سے فقہ کی سب سے معروف تعریف یوں کی گئی ہے: "العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسب من أدلتها التفصيلية" أو "هو مجموعة الأحكام الشرعية العملية المكتسبة من أدلتها التفصيلية"۔32 یعنی "فقہ شریعت کے ان عملی احکام کے علم کا نام ہے جو شریعت کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتے ہیں، یا فقہ شریعت کے ان عملی احکام کے مجموعہ کا نام ہے جو شریعت کے تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوں۔

اس تعریف میں "العلم" سے مراد "الإدراک الجازم علی سبیل الیقین والجزم" نہیں ہے، بلکہ ایسا ادراک مراد ہے، جس میں یقین (یقینی دلائل) اور گمان (ظنی دلائل) دونوں شامل ہوں۔ اس لیے کہ شریعت کے عملی احکام جس طرح دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں اسی طرح دلائل ظنیہ سے بھی ثابت ہوتے ہیں، اور عملی احکام میں ادلہ ظنیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے33۔ جیسا کہ اصولیین کا معروف قول ہے "الفقه من باب الظنون"۔34 شیخ مصطفی الزرقاء نے اپنی معروف کتاب "المدخل الفقهي العام" میں فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "مجموعة الأحكام العملية المشروعة في الإسلام"۔35 یعنی فقہ "ان عملی احکام کے مجموعے کا نام ہے جو اسلام میں مشروع قرار پائے ہیں"۔

2.5 قواعد فقہیہ کی حد لقبی

قواعد فقہیہ کی تعریف باعتبار علم اور ایک مخصوص فن کے درج ذیل انداز میں بیان کی جاتی ہے:

متقدمین اصولیین کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے قواعد فقہیہ کی کوئی مخصوص تعریف پیش نہیں

کی، بلکہ اکثر نے اپنی کتابوں میں اصولِ فقہ کی تعریف پر اکتفا کیا ہے۔ لہٰذا 'قواعد فقہیہ' کی باعتبار علم کے تعریف سے قبل اصول فقہ اور قواعد فقہ کے درمیان بنیادی فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

اس بارے میں علمائے اصول کے دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں:

(۱)-اصولِ فقہ عام اور قواعدِ فقہ؛ اصولِ فقہ کا جز ہونے کی وجہ سے خاص ہیں، کیونکہ علمِ اصولِ فقہ کی تعریف کے تین عناصر ہیں:

(الف) ادلۂ شرعیہ، (ب) احکامِ شرعیہ، (ج) استنباطِ احکام کے قواعد۔

اصولِ فقہ کی تعریف کا تیسرا جز "استنباطِ احکام کے قواعد" میں قواعد کو اصول فقہ کا جز بنایا گیا ہے۔36

(۲)- دوسرا موقف یہ ہے کہ قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ میں کوئی فرق نہیں، بلکہ یہ دونوں ایک ہی مفہوم کے حامل اور مترادف ہیں۔37

اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو دوسرا موقف زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ "اصول فقہ" کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: "العلم بالقواعد التي يتوصل بها إلى استنباط الأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية"۔38 جبکہ ماسبق میں 'قاعدہ' کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: "قضية كلية تتعرف منها على أحكام جزئياتها".

ان دونوں تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، قواعد اصولیہ کی ایک جامع تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے۔

"القضايا الكلية التي يتوصل بها إلى استنباط الأحكام الشرعية الفرعية من أدلتها التفصيلية"۔39 "ایسے قضایا کلیہ جن کے ذریعے شریعت کے تفصیلی دلائل کی روشنی میں فروعی احکام کے استنباط کی طرف پہنچا جاسکے"۔

الغرض قواعد فقہیہ ایسے عمومی ضوابط ہیں جو مختلف فقہی مسائل کے حل کے لئے وضع کیے جاتے ہیں۔ یہ قواعد اصول فقہ اور شریعت کے عمومی احکام کی بنیاد پر ترتیب دیے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لئے ایک عمومی فریم ورک فراہم کیا جائے تاکہ فقہاء اور مجتہدین کے لیے استنباط مسائل میں آسانی ہو۔

3 قواعد فقہیہ کی اہمیت

علامہ ابن نجیمؒ "الاَشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: یہ قواعد ہی دراصل فقہ کی بنیاد ہیں، اور انہی کے ذریعے ہی ایک فقیہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اگرچہ بار بار فتوی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔40

علامہ شہاب الدین قرافیؒ ان قواعد فقہیہ کی اہمیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ قواعد بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کا فائدہ

بہت زیادہ ہے۔ جس قدر کوئی فقیہ ان قواعد کا احاطہ کرے گا اسی قدر اس کی قدر و قیمت بڑھے گی اور اس کے لئے فتوی کی راہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ اور جو شخص قواعد فقہیہ کالحاظ کئے بغیر صرف جزوی مماثلت و مناسبت کی بناء پر فروعات کی تخریج کرے گا تو اس کو فقہاء کی تخریج کردہ جزئیات باہم متعارض نظر آئیں گی۔ چنانچہ ایسا شخص پھر لامتناہی جزئیات کو حفظ کرنے کا محتاج بن جاتا ہے اور جو شخص فقہ کو اس کے قوائد کے ساتھ سمجھ لیتا ہے تو بہت ساری جزئیات کو یاد کرنے کی زحمت سے بچ جاتا ہے کیونکہ اکثر جزئیات ان کلیات (قواعد فقہیہ) میں سمو جاتی ہیں اور اس کے لئے وہ جزئیات متحد الحکم ہو جاتی ہیں جن سے دوسرے فقہاء کو اختلاف وتضاد نظر آتا ہے۔41

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: بلاشبہ بہت سارے پراگندہ مسائل کو متحدہ قوانین کی صورت میں ضبط کرنا ان کو حفظ کرنے میں بہت مفید ہوتا ہے۔42 مجلۃ الأحکام العدلیۃ کی شرح "درر الحکام" کے مقدمہ میں ہے: محققین فقہاء نے مسائل فقہیہ کو کلی قواعد کی طرف لوٹایا ہے جن میں سے ہر قاعدہ بہت سارے مسائل پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ قوائد کتب فقہ میں تسلیم شدہ و مقبول ہیں اور مسائل کے اثبات کے لئے بطور دلیل پیش کئے جاتے ہیں، دلیل میں ان کو دیکھتے ہی مسائل کی سمجھ آجاتی ہے، چنانچہ ان سے مانوسیت پیدا ہوتی اور وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔43

الغرض قواعد فقہیہ فقہ اسلامی کا ایک اہم جزو ہیں جو احکام شرعیہ کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ یہ قواعد اصول فقہ سے ماخوذ ہوتے ہیں اور فقہاء نے ان کو مختلف فقہی مسائل کے حل کے لئے وضع کیا ہے۔ قواعد فقہیہ کی مدد سے فقہاء مختلف مسائل کا جامع حل نکال سکتے ہیں اور ان کے عملی اطلاق میں مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

4 قواعد فقہیہ کی حجیت

قاعدہ فقہیہ بنیادی طور پر ایسا حکم کلی یا اکثری ہوتا ہے جس کے تحت کئی فقہی جزئیات آتی ہیں، اور جس طرح کسی خاص جزئی یعنی مسئلہ کے لیے کسی خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اگر دلیل قطعی ہو تو حکم بھی یقینی ہوتا ہے، اور اگر دلیل ظنی ہو تو نتیجہ بھی ظن پر مبنی ہوتا ہے؛ بالکل اسی طرح کسی قاعدۂ فقہیہ کی شرعی حیثیت (حجیت) اس کی تائید میں پیش کی جانے والی دلیل کی نوعیت پر موقوف ہوتی ہے۔ جس قدر دلیل قوی اور مستند ہو گی، اسی قدر قاعدہ مضبوط اور قابلِ اعتماد شمار کیا جائے گا۔ اسی بنا پر وہ قواعد جن پر اہل علم کا اتفاق ہے، زیادہ معتبر تصور کیے جاتے ہیں بہ نسبت ان قواعد کے جن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

4.1 قواعد فقہیہ کا شرعی مسئلہ کی دلیل بننا

"قواعد فقہ" کی بنیاد پر کسی مسئلے کا شرعی حکم بتانا یا فتویٰ دینا درست ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے اہل علم کی مختلف آراء پائی جاتی

ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

4.2 موقف اول

علامہ ابن نجیم حنفیؒ، علامہ شامیؒ، علامہ ابن دقیق العیدؒ اور شیخ الجوینیؒ کی رائے یہ ہے کہ قواعد فقہ کی بنیاد پر استدلال کرتے ہوئے فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔

دلیل: "قواعد فقہیہ" عمومی طور پر قطعی کلیات نہیں ہوتے، بلکہ ان کی حیثیت غالب اور عمومی یعنی اکثری کی ہوتی ہے۔ ان سے بعض مسائل مستثنیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ کوئی مخصوص مسئلہ بظاہر کسی قاعدے کے تحت آتا دکھائی دے، لیکن درحقیقت وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہو، اس لیے قاعدے کی بنیاد پر فتویٰ دینا محل نظر ہے۔

"فی الفوائد الزینية"بانه لا یجوز الفتوی بما تقتضیه الضوابط لانها لیست کلیة بل اغلبیة خصوصا وهی لم تثبت عن الامام بل استخرجها المشایخ من کلامه"۔44

ترجمہ: 'فوائد زینیہ' میں لکھا ہے کہ قواعد و ضوابط کے مقتضی کے مطابق فتویٰ دینا درست نہیں، کیونکہ یہ قطعی کلیات نہیں بلکہ اغلبی و اکثری نوعیت کے ہوتے ہیں، بالخصوص جب کہ یہ خود امام امام ابو حنیفہؒ سے منقول نہیں بلکہ بعد کے اہلِ علم نے ان کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔

4.3 موقف دوم

امام قرافی، علامہ شاطبی اور شیخ ابن بشیر فرماتے ہیں کہ قواعد فقہ سے فتوی دینا جائز ہے اور مسائل فقہ کے لیے دلیل بن سکتے ہیں۔

دلیل: قواعد فقہ "کلیہ" ہوتے ہیں اور اپنی تمام فروعات پر منطبق ہوتے ہیں، بعض مستثنیات سے ان کے کلی ہونے پر فرق نہیں پڑتا، اس لیے یہ اپنی ہر فرع کے لیے دلیل بن سکتے ہیں۔

4.4 موقف سوم

تیسری رائے وہ ہے جسے "مجلۃ الاحکام العدلیہ" میں اختیار کیا گیا، جس کے مطابق جب تک کسی قاعدہ فقہیہ کی تائید قرآن و سنت کی واضح نص سے نہ ہو، محض اس قاعدہ کو دلیل بنا کر شرعی احکام مستنبط کرنا درست نہیں۔ چنانچہ مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تقریر میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے:

"فحکام الشرع ما لم یقفوا علی نقل صریح لا یحکمون بمجرد الاستناد الی واحدة من هذه القواعد"، الا ان لها

فائدة كلية في ضبط المسائل "۔45

ترجمہ:"شرعی فیصلے کرنے والے جب تک کسی صریح شرعی نص پر مطلع نہ ہوں، اس وقت تک وہ محض ان قواعد میں سے کسی ایک قاعدے کو بنیاد بنا کر فیصلہ نہیں کریں گے، البتہ ان قواعد کی عمومی افادیت یہ ہے کہ وہ مسائل کو ضبط کرنے میں معاون ہوتے ہیں"۔

لہٰذا اگر کسی مسئلے سے متعلق قرآن یا سنت میں کوئی صریح دلیل موجود ہو، تو ایسی صورت میں فقہی قاعدے کو بطور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

درج بالا تینوں آراء میں تیسری رائے زیادہ متوازن اور راجح معلوم ہوتی ہے، تاہم اس میں ایک اہم اضافہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ جب کسی مفتی کے سامنے کوئی سوال پیش ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن و سنت کی نصوص اور کتبِ فقہ میں اس کا واضح جزئیہ تلاش کرے۔ یہ ذمہ داری صرف چند کتابوں کے مطالعے سے پوری نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے خوب جستجو اور تلاش بسیار سے کام لینا ضروری ہے۔ اگر مکمل تحقیق و تلاش کے باوجود کوئی صریح جزئیہ دستیاب نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مفتی محض قواعد فقہیہ کی بنیاد پر جواب نہ دے، بلکہ سائل کو کسی دوسرے ماہر مفتی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دے۔ البتہ اگر مفتی خود اصولِ فقہ، فقہ اور قواعد فقہ میں مہارت رکھتا ہو، تو ایسی صورت میں وہ قواعد کی بنیاد پر مسئلے کا جواب دے سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود دوسرے ماہر اہلِ علم سے رجوع کرنے کی تلقین کرنا احتیاط پر مبنی ہو گا۔

4.5 قواعدِ فقہیہ کی تقسیمات

قواعدِ فقہیہ کو مختلف اعتبارات سے اہلِ علم نے متنوع انداز میں تقسیم کیا ہے، جن میں درج ذیل پہلو شامل ہیں:

(۱) **وسعت و شمول اور** ابوابِ فقہیہ کے عموم کے اعتبار سے (۲) قواعد کے ماخذ و مصادر کے لحاظ سے (۳) علماء کے درمیان اتفاق یا اختلاف کے اعتبار سے (4) فقہ کے مختلف میادین کے اعتبار سے

1-وسعت و شمول اور ابوابِ فقہیہ کے عموم کے اعتبار سے

بااعتبار وسعت و شمول اور استیعاب للأبواب الفقهیہ کے قواعد کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(الف) وہ" قواعدِ فقہیہ کلیہ" جن کے دائرہ میں فقہ کے متعدد مسائل آتے ہیں اور جو تقریباً تمام ابوابِ فقہ پر محیط ہوتے ہیں۔ مثلاً درج ذیل پانچ قواعد، جن کے بارے میں فقہاء کا کہنا ہے کہ یہ قواعد فقہ کی بنیاد ہیں:

١) "الأمور بمقاصدها"۔
٢)"اليقين لا يزول بالشك"۔
٣)" المشقة تجلب التيسير"۔
۴)"الضرر يزال"۔
۵)"العادة محكمة"۔

(ب)ایسے قواعد کلیہ جن کی وسعت پہلی قسم کی نسبت کم ہوتی ہے، مگر وہ پھر بھی فقہ کے مختلف ابواب کے متعدد مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔مثال کے طور پر:"الحدود تسقط بالشبهات"۔46

2-قواعد کے ماخذ و مصادر کے لحاظ سے

قواعد کو ان کے ماخذ و مصادر کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(الف)وہ قواعد فقہ جن کا مصدر قرآنِ کریم یا سنتِ نبویہ ہو، جیسے:"الأمور بمقاصدها"۔47

(ب)وہ قواعد فقہ جو اہلِ علم کے اقوال سے اخذ کیے گئے ہوں، جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:"لاينسب إلى ساكت قول"۔48

اسی قبیل سے یہ قاعدہ بھی ہے:"إذا سقط الأصل سقط الفرع"۔49

3-علماء کے درمیان اتفاق یا اختلاف کے اعتبار سے

قواعد فقہیہ کی تیسری تقسیم اہلِ علم کے باہمی اتفاق یا اختلاف کی بنیاد پر ہے، اس اعتبار سے بھی قواعد فقہیہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف)وہ قواعد فقہ جن پر تمام اہلِ علم کا اتفاق پایا جاتا ہے۔ جیسے تقسیم اول کی شق نمبر (الف) کے تحت مذکور پانچ قواعدِ فقہیہ۔

(ب)وہ قواعدِ فقہ جن میں علماء کا اختلاف ہے، جیسے:"الرخص لا تناط بالمعاصي"۔50

4-فقہ کے مختلف میادین کے اعتبار سے

بعض معاصر محققین اس طرف گئے ہیں کہ میادین فقہ کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد و ضوابط فقہیہ کی تقسیم کی جائے۔

انہی معاصر باحثین میں ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان بھی ہیں جن کی رائے میں فقہی قواعد کے اطلاقی دائرے درج ذیل شعبہ جات پر محیط ہیں:

1-عبادات

2-معاملات

3-عائلی مسائل

4-سیاسہ شرعیہ

5-سزائیں

6-اخلاق و آداب

7-خارجی معاملات 51

عصرِ حاضر میں اسلامی فقہ کو مختلف شعبہ جات میں تقسیم کر کے تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ذیل میں فقہ اسلامی کے اہم اور بڑے بڑے میادیں اور ہر میدان کے اہم ترین فقہی قواعد بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں:

1-فقہ العبادات یعنی اسلامی قانون برائے عبادات

كل عبادة أمكن أداؤها بيقين لا يجوز الاجتهاد فيها 52

العبادة لا تقبل التجزى53

2-فقہ الأسرۃ یعنی اسلامی عائلی قانون

الولاية الخاصة أقوى من العامة54

الأصل في الأبضاع التحريم 55

3-الفقہ المالی یعنی اسلام کا معاشی و اقتصادی قانون

الخراج بالضمان56

المعروف عرفا كالمشروط شرطا57

4-الفقہ الجنائی یعنی اسلام کا فوجداری قانون

لا جريمة ولا عقوبة إلا بالنص58

تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة 59

5-الفقہ الدستوری یعنی اسلام کا دستوری قانون

طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض 60

الإمام ولي من لا ولي له 61

6-الفقہ الدولی یعنی اسلام کا بین الاقوامی قانون

مبنى الأمان على التوسع 62

تجري على الذمي أحكام المسلمين63

اگر اسلامی فقہ کی تدریس ان مخصوص فقہی شعبہ جات کے تحت منظم انداز سے کی جائے تو اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ممکن ہے۔اس طریقہ کار کو مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نصاب میں بطور تمہید تین بنیادی عناصر کو شامل کیا جائے:

1-میادینِ فقہ میں نمایاں فقہی نظریات جیسے فقہ اسلامی میں نماز، زکاۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے تصورات۔

2-ہر فقہی میدان میں مقاصدِ شریعہ کا تتبع اور رعایت، جیسے فقہِ اسلامی میں عبادات یعنی نماز، زکاۃ، صوم اور حج وغیرہ کے مقاصد۔

3-ہر میدان فقہ کے عمومی قواعد اور ان کے تحت مختلف ابوابِ فقہ کے اہم ترین ضوابط، جیسے:"القواعد الفقهية العامة المتعلقة بفقه العبادات"، "الضوابط الفقهية المتعلقة بالطهارة"،بالصلاة،بالزكاة، بالصوم وبالحج وغيره۔

"القواعد الفقهية العامة المتعلقة بفقه العبادات" میں قواعد سے مراد وہ کلی یا اکثری اصول ہیں جو فقہ العبادات کے اکثر یا تمام ابواب کی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر:"الامور بمقاصدھا" یہ ایک ایسا جامع قاعدہ ہے جو فقہ العبادات کے تمام ابواب میں قابلِ اطلاق ہے۔اسی طرح "اليقين لايزول بالشك" بھی عبادات کے تمام ابواب کو شامل ہے۔

اور وقت کی ضرورت ہے کہ تمام میادین فقہ کے عمومی قواعد اور ضوابط کا استقراء کیا جائے تاکہ ابتدائی طلبہ کو فقہ کا ایک مربوط اور قابل فہم خاکہ فراہم کیا جاسکے۔اس سے ان کے لیے بڑی اور تفصیلی فقہی کتب کی فہم آسان ہو جائے گی۔اور وہ انہیں باآسانی پڑھ اور سمجھ سکیں گے۔

مگر اس امر میں یہ بات قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ ان تینوں موضوعات یعنی، نظریات فقہیہ، مقاصد الشریعہ اور قواعد وضوابط فقہیہ میں بالعموم اور قوائد وضوابط فقہیہ میں بالخصوص حتی الامکان اختصار کیا جائے اور صرف قاعدہ، اس کے مشکل الفاظ کی مختصر لغوی و اصطلاحی تشریح، صیاغہ قاعدہ، مفہوم قاعدہ، دلیل قاعد، اہم ترین فروعات اور اگر کوئی استثنائی صورتیں ہوں تو ان کو بھی احاطہ تحریر میں لایا جائے۔

5 قواعد فقہیہ کی عصر حاضر میں افادیت

علم القواعد والضوابط الفقہیہ بذاتِ خود ایک نہایت مفید اور اہم علم ہے۔ معروف محقق عمران احسن خان نیازی نے اپنی کتاب

Islamic Legal Maxims میں اس علم کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے:

"The relationship between the discipline of Usul al Fiqh and al Qawaid al Fiqhiyyah is like the relationship between the two arms of the human body; they cooperate with each other to yield the rules of Fiqh"."This vital relation has been kept concealed by separating the two disciplines and by severing the bond between them"."Working with one hand is possible,but it reduces and considerably hampers the efficiency of the system".64

ترجمہ: علم اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ ایک ہی جسم کے دو بازو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں کا باہم ربط ہی فقہی جزئیات کے استنباط کو ممکن بناتا ہے۔ لیکن جب ان دو علوم کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے اور ان کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا جائے، تو ان کا فطری ربط متاثر ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک ہاتھ سے بھی کام انجام دیا جا سکتا ہے، مگر ایسا کرنا جسم کے مجموعی توازن اور کارکردگی پر منفی اثر ڈال دیتا ہے۔

اسلامی فقہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک مکلف فرد کی روزمرہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو اس زاویے سے دیکھا جائے کہ کس لمحے اس پر شریعت کا کون سا حکم عائد ہوتا ہے، اور وہ اس حکم پر عمل پیرا ہو کر اپنے رب کی رضا کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ شریعت کی نصوص محدود ہیں جبکہ انسان کے حالات و مسائل لا محدود، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہر فرد ہر وقت ہر مسئلے کا حکم اور اس کی دلیل تفصیلی کے ساتھ ازبر رکھے، اس لیے یہ ایک عقلی و فطری تقاضا ہے کہ ایسے ماہرین موجود ہوں جو عام لوگوں کی راہنمائی کر سکیں۔ جیسے دیگر شعبوں میں غیر ماہر افراد ماہرین سے رجوع کرتے ہیں، اسی طرح دینی امور میں بھی ایسے علما کی ضرورت ہوتی ہے جو محدود دلائل کی روشنی میں غیر محدود مسائل کا استنباط کر سکیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں 'اصول فقہ' کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے، تاکہ ان اصولوں کی بنیاد پر نئے ابواب و مسائل کی تفہیم ممکن ہو سکے۔ اگر ان اصولوں کو نظر انداز کیا جائے تو فتویٰ و حکم محض خواہش نفس کی پیروی پر مبنی ہو گا، جسکی قرآن کریم نے شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ"65 ترجمہ: "کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے"۔

فقہ اسلامی کے ساتھ المیہ یہ ہوا ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں کے برعکس فقہ اسلامی میں جزئیات کی تخریج جزئیات سے زیادہ کی گئی ہے اور اصول فقہ کی طرف توجہ کم بلکہ نہ ہونے کے برابر رہی اور زیادہ توجہ تتبع الرخص کے اصول پر دی گئی ہے۔ اسی طرح قواعد فقہیہ جو اس فقہ اسلامی کا دوسرا بازو ہے اس کی طرف فقہی مزاج کے مطابق توجہ نہیں دی گئی اس لیے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا۔ ہماری مراد یہ ہے کہ اگرچہ عصرِ حاضر میں قواعدِ فقہیہ پر متعدد کتب تحریر کی جاچکی ہیں، بلکہ بعض انسائیکلوپیڈیاز بھی اس سلسلے میں معرض وجود میں آچکے ہیں، 66 تاہم ان قواعد کو فقہی میادین اور فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق منظم نہیں کیا گیا۔ اگر اس

انداز میں ترتیب دی جاتی، تو ایک جانب بڑے فقہی میادین کے اہم کلی احکام تک رسائی نسبتاً آسان ہو جاتی، اور دوسری جانب ان فقہی میادین کی مخصوص نوعیت اور مزاج کو سمجھنا بھی ممکن ہو پاتا جو بصورتِ دیگر مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی ابواب سے ہٹ کر محض حروفِ تہجی یا دیگر غیر موضوعاتی ترتیب پر مبنی قواعد وضوابط کی تدوین علمی افادیت کے اعتبار سے اتنی مؤثر ثابت نہیں ہوتی۔

اس ضمن میں ایک نہایت مفید اور جامع کام علی احمد الندوی کی کتاب "موسوعة القواعد والضوابط الفقهية الحاكمة للمعاملات المالية في الفقه الإسلامي" ہے، جس میں مالیاتی فقہ کے مخصوص میدان سے متعلق قواعد وضوابط کا استقراء واحصاء کیا گیا ہے۔

فقہِ اسلامی میں قواعد وضوابط کی ترتیب، اصولی بنیاد (تأصیل) اور استقراء کے ذریعے نہ صرف منظم انداز میں پیش کیا جانا چاہیے بلکہ عصرِ حاضر کے نئے پیش آمدہ مسائل کو بھی ان میں ضم کیا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کو فلسفہ اصول فقہ و فلسفہ علمِ کلام سے مجرد کر کے، خالصتاً قواعدِ اصولیہ کی بنیاد پر استوار کیا جائے، اور پھر اس کی تدریس اور تطبیق کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے۔

6 نتائج

1- قواعد فقہیہ: دو الفاظ سے مرکب ہے، (۱) قواعد (۲) فقہیہ۔

2- قاعدہ: "وہ حکم اکثری نہ کہ کلی ہے، جو اپنی اکثر جزئیات پر منطبق ہو اور ان جزئیات کا حکم اس سے معلوم ہوتا ہو"۔

3- "حلال و حرام اور شرائع واحکام کا علم فقہ کہلاتا ہے"۔

4- "قواعد فقہیہ" وہ قضایا کلیہ ہیں جن کے ذریعے شریعت کے تفصیلی دلائل سے شریعت کے فروعی احکام کے استنباط کی طرف پہنچا جا سکے۔

5- قواعد فقہیہ مجتہدین کو احکام شرعیہ کے استنباط میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ یہ قواعد استنباط کے عمل کو منظم کرتے ہیں اور مجتہدین کو ایک متعین طریقہ کار فراہم کرتے ہیں۔

6- علامہ ابن نجیمؒ "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: یہ قواعد ہی دراصل فقہ کی بنیاد ہیں، اور انہی کے ذریعے فقیہ ایک درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اگرچہ بار بار فتوی کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو۔

7- قواعدِ فقہیہ کو مختلف اعتبارات سے اہلِ علم نے متنوع انداز میں تقسیم کیا ہے، جن میں درج ذیل پہلو شامل ہیں: (۱) **وسعت وشمول اور** ابوابِ فقہیہ کے عموم کے اعتبار سے (۲) قواعد کے ماخذ و مصادر کے لحاظ سے (۳) علماء کے درمیان اتفاق یا اختلاف کے اعتبار سے (4) فقہ کے مختلف میادین کے اعتبار سے

8-وہ قواعد جن پر اہل علم کا اتفاق ہے، زیادہ معتبر تصور کیے جاتے ہیں بہ نسبت ان قواعد کے جن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

9-"قواعد فقہ" کو بنیاد بنا کر کسی مسئلہ کا حکم شرعی بتانا یا فتویٰ دینا درست ہے یا نہیں؟ اس حوالہ سے علماء کی آراء درج ذیل ہیں:(1)فتوی دینا جائز نہیں(2)فتوی دینا جائز ہے(3)جب تک کسی قاعدہ فقہیہ پر قرآن و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو، اس وقت تک محض قواعد فقہ کو دلیل و بنیاد بنا کر فتوی نہیں دیا جا سکتا۔

10- میادین فقہ کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد وضوابط فقہ کی تقسیم درج ذیل ہے:(1)فقہ العبادات یعنی اسلامی قانون برائے عبادات(2) فقہ الأسرۃ یعنی اسلامی عائلی قانون(3)الفقہ المالی یعنی اسلام کا معاشی و اقتصادی قانون(4)الفقہ الجنائي یعنی اسلام کا فوجداری قانون(5)الفقہ الدستوری یعنی اسلام کا دستوری قانون(6)الفقہ الدولی یعنی اسلام کا بین الاقوامی قانون۔

11- علم القواعد والضوابط الفقہیہ بذاتِ خود ایک نہایت مفید اور اہم علم ہے۔ معروف محقق عمران احسن خان نیازی نے اپنی کتاب Islamic Legal Maxims میں اس علم کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے: علم اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ ایک ہی جسم کے دو بازو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں کا باہم ربط ہی فقہی جزئیات کے استنباط کو ممکن بناتا ہے۔ لیکن جب ان دو علوم کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے اور ان کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا جائے، تو ان کا فطری ربط متاثر ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک ہاتھ سے بھی کام انجام دیا جا سکتا ہے، مگر ایسا کرنا جسم کے مجموعی توازن اور کارکردگی پر منفی اثر ڈال دیتا ہے۔

7 سفارشات

1- قواعد فقہیہ کو فقہ کے مختلف عملی شعبہ جات جیسے عبادات، معاملات، عائلی قوانین، فوجداری قانون، سیاست شرعیہ وغیرہ کے تحت منظم کیا جائے۔ اس سے نہ صرف طلبہ کے لیے فہمِ فقہ آسان ہوگا بلکہ فقہ کو جدید تعلیمی انداز میں پیش کرنا بھی ممکن ہو سکے گا۔

2- عصر حاضر کے نئے پیش آمدہ مسائل کو فقہی قواعد کی روشنی میں حل کرنے کے لیے ان قواعد کا جامع استقراء، تاصیل اور اجتہادی انطباق کیا جائے، تاکہ اسلام کا قانونی نظام اپنی افادیت کے ساتھ زندہ اور فعال رہے۔

3- دینی و عصری جامعات میں اصول فقہ کے ساتھ قواعد فقہیہ کو بھی ایک علیحدہ اور مستقل مضمون کے طور پر نصاب کا حصہ بنایا جائے، تاکہ طلبہ کو فقہی تفہیم میں اصولی بنیاد فراہم کی جا سکے۔

4- قواعد فقہیہ کو عصرِ حاضر میں مؤثر طور پر استعمال میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ دینی مدارس، جامعات اور تحقیقی اداروں میں اس فن پر تخصصی کورسز اور ریسرچ پروگرامز کا انعقاد کیا جائے، تاکہ محققین اور مفتیان کرام اجتہادی بصیرت کے ساتھ ان قواعد

سے استفادہ کر سکیں۔

قواعد فقہیہ اسلامی فقہ کا ایک اہم جزو ہے۔ ان کی صحیح تفہیم اور اطلاق سے نہ صرف فقہ اسلامی کے اصولوں کی بہتر تشریح ممکن ہے بلکہ جدید دور کے مسائل کا حل بھی بآسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا، ان کی تعلیم و تدریس اور تحقیق کو مزید فروغ دینا چاہیے۔

حوالہ جات

1- زرقاء، مصطفی احمد الزرقاء، **المدخل الفقهی العام**، اخراج جدید: بتطوير الترتيب والتبويب، وزيادات،(دمشق: دار القلم، الطبعة الثانية: 1425 هـ،2004ء)،ص970،969۔

2- زبيدي، محمّد مرتضى الحسيني الزَّبيدي، **تاج العروس من جواهر القاموس**، تحقيق: جماعة من المختصين من إصدارات: وزارة الإرشاد والأنباء في الكويت،(كويت :المجلس الوطني للثقافة والفنون والآداب ،1422 هـ، 2001ء)،فصل القاف مع الدال المهملة،قعد،60/9۔

3- **سورة البقرة**: 127/1-

4- **سورة النحل**: 26/14-

5- امْرُؤُ القَيْس بن حجر بن الحارث الكندي، من بني آكل المرار (ت ٥٤٥ م)، **ديوان امرِئ القيس**، اعتنى به: عبد الرحمن المصطاوي، (بيروت: دار المعرفة ، الطبعة الثانية، ١٤٢٥ هـ ،٢٠٠٤ م)،ص64۔

6- فيومي، أحمد بن محمد بن علي الفيومي الحموي، **المصباح المنير في غريب الشرح الكبير**، (بيروت: المكتبة العلمية، تاريخ النشر بالشاملة، ٨ ذو الحجة ١٤٣١هـ)، 510/2۔

7- أصفهانی ، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى (ت ٥٠٢هـ)، **المفردات في غريب القرآن**، محقق، صفوان عدنان الداودي، (دمشق: دار القلم، بيروت، الطبعة الأولى - ١٤١٢ هـ)،ص679۔

8- **سورة النساء**:95/5۔

9- **سورة النور**:6/18۔

10- الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (ت ٢٧٦هـ)، **غريب القرآن**، المحقق، أحمد صقر، (مصر: دار الكتب العلمية، السنة: ١٣٩٨ هـ، ١٩٧٨ م)،ص308۔

11- ابن عقيل ، عبد الله بن عبد الرحمن العقيلي الهمداني المصري (المتوفى : ٧٦٩هـ)، **شرح ابن عقيل على ألفية ابن مالك**، محقق، محمد محيي الدين عبد الحميد،(قاهرة : دار التراث، الطبعة العشرون، ١٤٠٠ هـ ، ١٩٨٠ م)،131/4۔

12- نخبة من اللغويين بمجمع اللغة العربية بالقاهرة،**المعجم الوسيط**، (قاهرة: مجمع اللغة العربية، الطبعة الثانية ١٣٩٢هـ)،748/2۔ الأزهري، محمد بن أحمد بن الأزهري الهروي، أبو منصور (ت ٣٧٠هـ)، **تهذيب اللغة**،محقق: محمد عوض مرعب، (بيروت: دار إحياء التراث العربي ،الطبعة الأولى، ٢٠٠١م)،137/1۔

13- **المصباح المنير في غريب الشرح الكبير**،510/2۔

14- الجرجاني، علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني (ت ٨١٦هـ)، **كتاب التعريفات**، محقق: ضبطه وصححه جماعة من العلماء بإشراف الناشر،(لبنان: دار الكتب العلمية ، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ ،١٩٨٣م)،ص171۔

15- الحموي، أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني الحموي الحنفي (ت 1098هـ)، **غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر**،(قاهرة: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1405هـ ، 1985ء)، 51/1۔

16- أيوب بن موسى الحسيني القريمي الكفوي، أبو البقاء الحنفي (ت ١٠٩٤هـ)،**الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية**، محقق: عدنان درويش - محمد المصري، (بيروت: مؤسسة الرسالة)،ص728۔

17- السبكي، تاج الدين عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي (ت ٧٧١ هـ)،**الأشباه والنظائر**،(بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى ١٤١١ هـ ،١٩٩١ ء)،11/1۔

18- السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (ت ٩١١هـ)، **معجم مقاليد العلوم في الحدود والرسوم**، محقق: أ. د محمد إبراهيم عبادة،(مصر: مكتبة الآداب، الطبعة الأولى، ١٤٢٤هـ،٢٠٠٤ ء)،ص120۔

19- **المفردات في غريب القرآن**،ص250۔

20- السيناوني، حسن بن عمر بن عبد الله السيناوني المالكي (ت بعد ١٣٤٧هـ)، **الأصل الجامع لإيضاح الدرر المنظومة في سلك جمع الجوامع**،(تونس: مطبعة النهضة، الطبعة الأولى، ١٩٢٨ء)،125/1۔

21- **الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية**،745۔

22- ابن منظور، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (ت ٧١١هـ)، **لسان العرب**، الحواشي، لليازجي وجماعة من اللغويين، (بيروت:دار صادر، الطبعة الثالثة - ١٤١٤ هـ)، 522/13۔

23- سورة الهود:91/12۔

24- **سورة النساء**:78/5۔

25- القرافي، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن المالكي الشهير (ت ٦٨٤هـ)، **شرح تنقيح الفصول**، محقق: طه عبد الرؤوف سعد، (المتحدة: شركة الطباعة الفنية، الطبعة الأولى، ١٣٩٣ هـ ،١٩٧٣ء)،ص17،16۔
السبكي، شيخ الإسلام علي بن عبد الكافي السبكي (المتوفي: ٧٥٦ هـ) وولده تاج عبد الوهاب بن علي السبكي (ت ٧٧١ هـ)، **الإبهاج في شرح المنهاج** (على منهاج الوصول إلي علم الأصول للقاضي البيضاوي المتوفي سنه ٦٨٥ هـ)، كتب هوامشه وصححه، جماعة من العلماء بإشراف الناشر،(بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ١٤٠٤ هـ، ١٩٨٤ء)، 27/1۔

26- الأرْمَوي، سراج الدين محمود بن أبي بكر الأرْمَوي (ت ٦٨٢ هـ)،**التحصيل من المحصول**،دراسة وتحقيق، الدكتور عبد الحميد علي أبو زنيد، أصل التحقيق: رسالة دكتوراة، (لبنان: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، ١٤٠٨ هـ ، ١٩٨٨ء)، 68/1۔

27- ابن فارس، احمد بن فارس بن زكريا الرازي ابو الحسين (متوفي ٥٣٩٥)، **معجم مقاييس اللغة**، تحقيق عبد السلام محمد هارون(بيروت: دار الفكر ، ١٩٧٩ء)،442/4۔

28- الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي الملقب بـ «بملك العلماء» (ت ٥٨٧ هـ)،**بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**،(قاهرة: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى ١٣٢٧ - ١٣٢٨ هـ)،2/1۔

29- **الإبهاج في شرح المنهاج** ،۔27/1۔

30- التفتازاني، سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (ت ٧٩٢ هـ)، **التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه**، (مصر: مطبعة محمد علي صبيح وأولاده بالأزهر ، الطبعة،١٣٧٧ هـ ، ١٩٥٧ ء)،16/1۔

31- **التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه**،16/1-18۔

32- عبد الوهاب خلاف (المتوفى : ١٣٧٥هـ)، **علم أصول الفقه**،(قاهرة: مكتبة الدعوة ، الطبعة الثامنة)، ص11۔

33- **التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه**،40/1۔

34- الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (ت ٦٠٦ هـ)، **المحصول**،دراسة وتحقيق، الدكتور طه جابر فياض العلواني،(بيروت: مؤسسة الرسالة،الطبعة الثالثة، ١٤١٨ هـ ، ١٩٩٧ء)، 78/1۔

35- **المدخل الفقهى العام**، ص:66۔

36- محمد الروكى،**نظرية التقعيد الفقهى و اثرها فى اختلاف الفقهاء**،(مطبعة النجاح الجديدة-الدار البيضاء، الطبعة الاولى:،1414ھ،1994ء)،ص57۔

37- محمد أمين المعروف بأمير بادشاه الحسيني الحنفي الخراساني البخاري المكي (ت ٩٧٢ هـ)، **تيسير التحرير على كتاب التحرير** في أصول الفقه الجامع بين اصطلاحي الحنفية والشافعية لكمال الدين ابن همام الدين الإسكندري،(مصر: مصطفى البابي الحلبي ،١٣٥١ هـ ، ١٩٣٢ء)،15/1۔

38- **التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه**،19/1۔

39- الاستاذ الدكتور محمد عثمان شبير، **القواعد الكلية والضوابط الفقهية في الشريعة الإسلامية**، الاردن: دار النفاس للنشر والتوزيع ، الطبعة الثانية 1428ھ،2007ء)، ص27۔

40- ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، الشهير بابن نجيم (ت ٩٧٠ هـ)،**الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ** عَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ،وضع حواشيه وخرج أحاديثه، الشيخ زكريا عميرات، (لبنان: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ١٤١٩ هـ ،١٩٩٩ ء)،ص14۔

41- القرافي، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن المالكي الشهير بالقرافي (ت ٦٨٤هـ)، **الفروق "أنوار البروق في أنواء الفروق"**،(بيروت: عالم الكتب، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ)، 3/1۔

42- الزركشي بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الشافعي (٧٤٥ - ٧٩٤ هـ)، **المنثور في القواعد الفقهية**،حققه، د تيسير فائق أحمد محمود، راجعه د عبد الستار أبو غدة، (وزارة الأوقاف الكويتية ،طباعة شركة الكويت للصحافة، الطبعة الثانية، ١٤٠٥ هـ ، ١٩٨٥ء)،25/1۔

43- أفندي، علي حيدر خواجه أمين أفندي (ت ١٣٥٣هـ)، تعريب،فهمي الحسيني،**درر الحكام في شرح مجلة الأحكام**، (بيروت: دار الجيل، الطبعة الأولى، ١٤١١هـ ، ١٩٩١ء)،17/1۔

44- **غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر**، 37/1۔

45- الشيخ الدكتور محمد صدقي بن أحمد بن محمد آل بورنو أبو الحارث الغزي،**الوجيز في إيضاح قواعد الفقة الكلية**، (بيروت : مؤسسة الرسالة العالمية، الطبعة الرابعة، 1416 هـ ، 1996ء)،ص38۔

46- **الأشباه والنظائر** ،12/1۔ **القواعد الكلية والضوابط الفقهية في الشريعة الإسلامية**،ص27۔ **القواعد الأصولية عند ابن تيمية**،252/1۔

47- السيوطي،جلال الدين عبد الرحمن السيوطي (ت 911 ھ)، **الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية**،بيروت: دار الكتب العلمية،الطبعة الأولى، 1403 ھ 1983ء)، ص8۔

48- ايضا،ص142۔

49- لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية، **مجلة الأحكام العدلية**، المحقق،نجيب هواويني، (كراتشي: نور محمد، كارخانه تجارتِ كتب)، ص21۔

50- **الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية**،ص138۔

51- السدلان،الدكتور صالح بن غاكم، **قواعد الفقهيه الكبرى**،وما تفرع عنها،(رياض:دار بلنسية للنشر والتوزيع،1417ھ)، ص32۔

52- الزركشي، الزركشي بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الشافعي (745 - 794 ھ) ،**المنثور في القواعد الفقهية**،حققه، د تيسير فائق أحمد محمود راجعه،د عبد الستار أبو غدة (وزارة الأوقاف الكويتية ،طباعة شركة الكويت للصحافة ،الطبعة الثانية، 1405 ھ ، 1985ء)،273/2۔

53- ابو شجاع محد بن على بن شعيب ابن الدمان،**قويم النظر فى مسائل خلافية ذائعة ونبذ مذهبية نافعة**،(رياض:مكتبة الرشد،1422ھ،2001)،84/2۔

54- **الزركشى، المنثور في القواعد الفقهية**،245/3۔

55- **الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ**،ص57۔

56- **الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ**،41/2۔

57- **الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ** ،ص84۔

58- عبد القادر عوده،**التشريع الجنائى الاسلامى مقارنا بالقانون الوضعى**،(بيروت:دار الكاتب العربى)118/1۔

59- **الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ** ،ص104۔

60- **بدائع الصنائع** ،140/7۔

61- زين الدين المُنَجَّى بن عثمان بن أسعد ابن المنجى التنوخي الحنبلي (631 - 695 ھ)، **الممتع في شرح المقنع** ،دراسة وتحقيق، عبد الملك بن عبد الله بن دهيش (مكة المكرمة: مكتبة الأسدي، الطبعة الثالثة، 1424 ھ ، 2003 ء)،52/4۔

62- علاء الدين، عبد العزيز بن أحمد البخاري (ت 730 ھ)، **كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي**،وبهامشه، أصول البزدوي،(إسطنبول: شركة الصحافة العثمانية، الطبعة الأولى، 1308 ھ ، 1890ء)،54/2۔

63- **الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية**، ص254۔

64- Imran Ahsan Khan Nyazee, **Islamic Legal Maxims: Qawa'id Fiqhiyyah**,(Rawalpindi,Federal Law House,First Published,2013ء).

65- **سورة الجاثية**:23/24۔

66- صدقى بورنو،**موسوعة القواعد الفقهية**،(بيروت:مؤسسة الرسالة،1424ھ،2003ء)۔